فقہ جعفری

اور

مختلف مکاتب فقہ

نگارش

عبدالکریم مشتاق

رحمت اللہ بک ایجنسی
بمبئی بازار - کھارادر - کراچی

فقہ جعفری

اور

مختلف مکاتب فقہ

نگارش

عبدالکریم مشتاق

ناشر

رحمت اللہ بک ایجنسی۔ ناشران و تاجران کتب

بمبئی بازار نزد خوجہ شیعہ اثنا عشری مسجد کھارادر کراچی

اعتراف

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے علمی و روحانی فیض سے استفادہ کرنے کے لئے ایک علمی و فکری نشست ۱۰ ستمبر سنہ ۱۹۸۰ء کو بمقام امام بارگاہ و جعفریہ سوسائٹی کراچی زیر اہتمام مجلس علمی پاکستان منعقد ہوئی۔ یہ مقالہ اس روح پرور محفل میں پڑھا گیا۔

ہمیں افادہ عام کی خاطر بشکریہ مجلس علمی پاکستان ہدیہ قارئین کرنے کی سعادت حاصل کی جا رہی ہے۔

پیشکار

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ علیہم السلام

پاک ہے وہ ذات احد جس نے عقل کو راہ مستقیم کا چراغ قرار دیا۔ تاکہ اس کی روشنی سے انسانی فکر و تدبیر کو جلا ملے۔ درود و سلام ہو ان حقیقی ہادیوں پر جنہوں نے نوع انسانی کو ہدایت و گمراہی میں امتیاز کرنے کا سلیقہ تعلیم فرمایا۔ بدبخت ہیں وہ لوگ جو اس چشمہ فیض سے منہ موڑتے ہیں اور سراب کو سبیل آب سمجھ کر عالم تشنگی میں بے آب و گیاہ صحراؤں میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔

صاحب صدر اور سامعین گرامی قدر! "اسلام مکمل ضابطہ حیات ہے۔ جملہ مادی و روحانی مسائل کا حل نظام اسلام میں موجود ہے" یہ آواز اکثر سنائی دیتی ہے۔ لیکن اس بلند دعوے کا تسلی بخش ثبوت کوئی بھی پیش نہیں کرتا ہے۔ ایمانیات یا عقیدت کے سوا اس دعوے کو کسی بھی ٹھوس دلیل سے ثابت نہیں کیا جاتا جسے غیر مسلم دنیا اسے مضحکہ خیز ڈھونگ قرار دیتی ہے۔ بلکہ مذہبی جنون سے تعبیر کرتی ہے۔ آج کی مادی ترقی اور غیر مسلم اقوام کا عروج دریافت کرتے ہیں کہ اتنے بلند دعوے کا مسلمانوں کے پاس کیا ثبوت ہے۔ کرۂ ارض پر ملکیں موجود وہ مسلمانوں کی خستہ حالی۔ معاشی تنگی، علمی تنزل، فنی بے بسی، سیاسی کسمپرسی اور اخلاقی بے راہ روی کی موجودگی میں پیغام سلطان یورپ کے بے سرے ترانوں پر کوئی کان دھرنے کو بھی تیار نہیں ہے۔ زمانہ علوم و فنون کا ہے۔ بات بات کی کھال اتاری جاتی ہے۔ صرف بیانات کے کھوکھلے بیانات تراشنے سے خلاصی نہیں پائی جا سکتی۔ کیونکہ ترقی یافتہ اقوام عہد حاضر میں مسلمانوں سے زیادہ بہ عمل مشاہدہ کی جا سکتی ہے۔ پھر آخر کیا وجہ

ہے کہ مسلم کے مقدر میں زوال نظر آرہا ہے؟

دورِ حاضر کا نقاد روشن فکری کی آڑ لے کر پوچھتا ہے۔ کہ چودہ سو برسوں میں مسلمانوں نے سائنس کے میدان میں کیا کارنامے سرانجام دیئے؟ کیا ایجاد کی؟ کونسی دریافت کی؟ کس کلیہ کو روشناس کرایا؟ کون سے فن میں نام پیدا کیا؟ سرحدِ فتوحاتِ ارضی کے باوجود کون سا معاشی یا سیاسی نظامِ حکومت روشناس کرایا جو آئندہ نسلوں کے لئے لائق تقلید ہو۔ لہٰذا جو قوم اتنا مرعوب ہو کر رہ گئی ہو وہ کس منہ سے عالمگیری قیادت کی دعویدار بنتی ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ ان باتوں کا تشفی کن جواب عامۃ المسلمین سے بن نہیں پڑتا ہے۔ اگر ہم غیر جانبداری کے ساتھ مسلمانوں کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو قلیل تشیعوں کے علاوہ اس کے اوراق سیاہ نظر آتے ہیں۔ مکمل ضابطہ حیات کے دعویداروں کی بے ضابطگیاں جو تاریخ میں منضبط ہیں انکو پڑھ کر آنسو نکلنے لگتے ہیں۔ الغرض رحمت کائنات پیغمبر کی روح پر وار جسے ہی مسلمانوں کی کاوشِ پروانوں کا سلسلہ زور پکڑ لیتا ہے۔ اسلام اپنے ہی گھروں میں ڈبکیاں لیتا ہے۔ اور بہت ہی تھوڑے عرصے میں اس قدر ضعیف ہو جاتا ہے کہ میدانِ کربلا میں پیغمبر کو اپنا خون اس کے جسم میں چڑھانا پڑتا ہے تب کہیں اس کی حیات برقرار رہتی ہے۔ اس مختصر مقالے میں کچھ تفصیلات میں جانا مقصود نہیں ماشاءاللہ ارباب علم کی کمی نہیں ہے۔ تاریخی حقائق کھلی کتاب کی طرح واضح ہیں۔ ہمارا مدعا بیان اس تمہید میں یہ ہے کہ مسلمانوں کے پیش کردہ دعویٰ کا عملی ثبوت ہونا ممکن اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے اپنے رسولؐ کی اس آخری وصیت کی پرواہ نہ کی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کو تمام گمراہیوں سے محفوظ رہنے کا طریقہ تعلیم فرمایا۔ ہمارے مالکین نے اپنی حیات طیبہ میں عموماً اور بستر علالت پر خصوصاً امت

کو بطور وصیت کرتے ہوئے متنبہ کیا کہ

"تحقیق میں تم لوگوں میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ اگر تم ان کو پکڑے رکھو گے تو میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ ان دونوں میں ہر ایک دوسری چیز سے بڑی چیز ہے وہ اللہ کی کتاب جبل ممدود ہے اور دوسری میری عترت میرے اہل بیت۔ خبردار یاد رکھو کہ یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے سے کبھی جدا نہ ہوں گی یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس دونوں اکٹھی وارد ہوں گی۔"

چنانچہ مسلمانوں کی موجودہ پستی اور زوال کا واحد سبب یہی ہے کہ حضور اکرمؐ کی وصیت پر عمل نہ کیا گیا۔ رسول اکرمؐ کا یہ مختصر سا جملہ اس قدر جامع ہے کہ اس کی تعمیل کرنے پر انسان ہر قسم کی گمراہی سے بچا رہے گا اور اس تمسک بالثقلین کی بدولت وہ ہمیشہ راہ کامرانی پر گامزن رہے گا۔ یہی وہ صراط مستقیم ہے جس پر چلنے والوں کے لئے انعامات خداوندی کا اعلان عام ہے۔ اور صرف اسی راستے کا راہی یہ دعویٰ بلند کرنے میں حق بجانب ہے کہ اسلام مکمل ضابطہ حیات ہے۔ اور تمام مادی و روحانی مسائل کا حقیقی حل پیش کرتا ہے۔ خاکسار نے اپنی کتاب "صرف ایک راستہ" میں اسی دعویٰ کو بین الاقوامی سطح پر بلند کیا ہے اور بارہ علوم جدیدہ کی تائیدی روشنی میں ثابت کیا ہے کہ دنیا و آخرت کی تمام مشکلات کا حل، انسانیت کے تمام دکھوں، دردوں اور تکالیف کا شافی علاج، مادی خوشحالی اور روحانی ترقی کا راستہ صرف تمسک بالثقلین یعنی قرآن مجید اور عترت رسولؐ اہلبیت طاہرینؑ کی پیروی ہے۔

لیکن افسوس مسلمانوں نے اس راستے کی اہمیت سے چشم پوشی کی لہٰذا مختلف راہوں پر چل نکلے ملت واحدہ کئی فرقوں میں بٹ

گئی اللہ کی مضبوط رسی کو ہاتھ سے چھوڑ دیا تفرقہ بازی حضورؐ کی وفات حسرت آیات کے فوراً بعد علانیہ وجود میں آگئی تھی اور تھوڑے عرصے بعد ہی امت متعدد گروہوں میں منقسم ہو گئی ابتدائی ایام میں اسلام کے مشہور حضرات و خواتین نے نے الہامی شریعت میں وسواس و قیاس اندازوں کی دراندازی ڈال دی تھی جسے قیاس کا نام دیا گیا علاوہ ازیں علمائے اسلام کی رائے میں سب سے پہلے شیطان نے قیاس کیا۔ صاحب الفاروق علامہ شبلی نعمانی تحریر کرتے ہیں کہ

"امور شریعت میں قیاس کرنا حضرت عمرؓ کی اولیات میں شمار کیا جاتا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ کے زمانے تک مسائل کے جواب میں قرآن مجید حدیث و اجماع سے کام لیا جاتا تھا قیاس کا وجود نہ تھا۔ قیاس کی بنیاد اول جس نے ڈالی وہ حضرت عمرؓ تھے" (الفاروق)

شمس العلماء مولوی شبلی نعمانی کا یہ بیان محتاج تشریح نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ اس قیاس کی آڑ میں شریعت کے احکام میں تغیر و تبدل کیا گیا۔ حیثیت رسولؐ کا جواز تجویز ہوا اور وحی کے مقابلے میں ہوا کو سند حاصل ہوئی۔ یعنی امور دین و احکام الٰہی کو خلاف عقل کہنے کی بنیادیں استوار ہونے لگیں۔ مسلمانوں نے جس دیدہ دلیری سے تغیر و تبدل پیدا کیا۔ شبلی نعمانی حیات طیبہ کو دو حصوں میں بانٹتے ہیں اور شاہ ولی اللہ کی تائید میں پیغمبرؐ کی زندگی کے دو باب قائم کرکے ایک نبوی دوسرا غیر نبوی کا اس بحث کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں کہ

"اس تفریق و امتیاز کی وجہ سے فقہ کے مسائل پر بہت اثر پڑا کیونکہ جن چیزوں میں آنحضرتؐ کے ارشادات منصب رسالت کی حیثیت سے نہ تھے ان میں اس بات کا موقع باقی رہا کہ زمانہ اور حالات موجودہ کے لحاظ سے نئے قوانین وضع کئے جائیں۔ چنانچہ معاملات میں حضرت عمرؓ نے زمانہ اور حالات کی ضرورتوں سے بہت سے نئے قاعدے

وضع کئے جو آج حنفی فقہ میں بکثرت موجود ہیں۔" (الفاروق)

اس عبارت پر غور کرنے سے معلوم ہوا کہ نبوت کے تجزیے کے بعد فقہ اسلامی کی بھی تفریق ہوتی ہے۔ یعنی فقہ دو طریقوں پر مرتب ہوتی ہے کہ اول احکامات رسولؐ بحیثیت نبی اور دوم حضورؐ کے وہ احکام جو آپؐ کے عہدہ رسالت سے باہر ہوں۔ اب یہ سوچنا سمجھنا پر منحصر ہے کہ وہ فقہ جو عہد نبوت سے باہر ہو اس کا سرشتہ فقہ دین اسلام کے ساتھ کیسے قائم رہ سکے گا؟ کیونکہ نبی کے لئے یہ کبھی یہ سوچا کہ وہ اب نبی نہیں ہے۔ ایمان کے لئے زہر قاتل ہے۔

شریعت کے لغوی معنی راہ و رشد راستے کے ہیں۔ اسلامی اصطلاح میں قرآن و سنت کی روشنی میں بنائے گئے اسلامی قوانین کو شریعت کہتے ہیں اور ان قوانین کا علم فقہ کہلاتا ہے۔ اس علم کو جاننے والا فقیہ ہوتا ہے۔ قرآن و سنت سے قوانین اخذ کرنے کے عمل کو "اجتہاد" اور اجتہاد کرنے والے کو مجتہد کہتے ہیں۔

مجھے اس مقالہ میں فقہ شیعہ و غیر شیعہ کا تقابلی جائزہ پیش کرنا ہے۔ اس وقت میں اتنی گنجائش نہیں کہ تفصیلات میں جایا جاسکے۔ تاہم کوشش کروں گا کہ اصول دین، فروعات دین اور معاملات کے چند امور سامنے رکھ کر مختصراً ملاحظہ گزار کر دوں جس سے یہ اندازہ ہو سکے کہ کس مسلک کے نظریات قرآن و سنت رسولؐ سے مطابقت رکھتے ہیں۔

حیات رسولؐ میں سب شیعہ و غیر شیعہ من حیث الجماعت مسائل شرعیہ میں حضورؐ ہی سے رجوع کیا کرتے تھے۔ بایں ہمہ حضرت علی علیہ السلام سے خود کئی صحابہ پوچھ لیا کرتے تھے۔ بعد از رسولؐ شیعہ بلکہ حضرات خلفائے ثلاثہ بھی متعدد شرعی امور میں جناب امیرؑ کی جانب رجوع کرتے تھے۔ خصوصاً

مشکل کے وقت حضرت علی ہی کو پکارا جاتا تھا۔ اور شاہ بھی دعائیں کیا کرتے تھے۔ لہٰذا اب اس وقت نہ لائے جب ابوالحسن ہم میں موجود نہ ہوں۔ جب مشکل آسان ہوتی تو اعتراف کیا جاتا تھا کہ اگر علی نہ ہوتے تو ہم مر جاتے۔ چنانچہ حضرت عمر جیسے مدبر بزرگ نے تو یہ شاہی فرمان جاری کر دیا تھا۔ کہ حضرت علیؑ کی موجودگی میں کوئی دوسرا شخص فتویٰ نہ دے۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے بعد حضرات سبطین حسنینؑ، امام زین العابدینؑ، امام محمد باقرؑ اور پھر امام جعفر صادق علیہم السلام مرجع خلائق تھے۔ چنانچہ حضرت ابو حنیفہ اعتراف کرتے ہیں۔ کہ اگر وہ دو سال امام محمد باقر و جعفر علیہما السلام سے علم حاصل نہ کرتے تو ہلاک ہو جاتے۔ سیرت نعمان میں مولوی شبلی نے ابن تیمیہ کے اعتراضات کو رد و قرار دیتے ہوئے اقرار کیا ہے۔ کہ ابو حنیفہ لاکھ مجتہد ہوں مگر ان کی حیثیت امام جعفر صادقؑ کے مقابلے میں کچھ نہیں۔ کیوں کہ علم الامر حقیقتاً اہل بیت رسول ہیں۔

عہد رسالت مآبؐ کے بعد مسلمانوں میں سیاسی کشمکش کا آغاز ہوا۔ مدبرانہ آل رسول کو تخت حکومت سے محروم رکھنے کا ارادہ جلد ہی ... لیکن خاندان پیغمبر کا علم و تقدس اظہر من الشمس تھا۔ اس وقت کے حالات سیاسی اعتبار سے اس بات کے سازگار نہیں تھے کہ مسند علم و حکمت پر قبضہ کیا جا سکے لیکن پس پردہ ایسی تدبیریں بروئے کار لائی جاتی رہیں۔ اور مناسب موقع کی تلاش جاری رہی کہ کب اہل بیت کی دینی اہمیت ختم کی جائے۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے زمانے میں حکومت وقت کی سرپرستی میں لوگوں نے امام برحق کے مقابلے میں اپنا ایک نیا امام فقہ بنایا اور حضرت نعمان بن ثابت المعروف ابو حنیفہ کی طرف رجوع کرنا شروع کر دیا۔ دوسری طرف شیعہ امام جعفر صادق علیہ السلام ہی کی جانب رجوع کرتے رہے اور ان کے بعد سلسلہ آئمہ اثنا عشرؑ کو محافظ شریعت سمجھ کر ان کے اقوال کو سنت کے عین مطابق سمجھتے ہیں۔ بارھویں امام کی

غیبت کے بعد مجتہدین کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ مجتہد کا کام یہ ہے کہ وہ رسولؐ و آئمہ اطہارؑ کے اقوال و اعمال کے حوالے سے قرآن و سنت سے استنباط کرتا ہے اور اپنی طرف سے یا قیاس سے کچھ نہیں کہتا۔ لیکن اس کے برعکس غیر شیعہ حضرات کے نزدیک ان کے مجتہدین اربعہ یا آئمہ اربعہ کے اپنے قیاس پر مبنی مسائل سنی مسلمانوں کے لئے حجت ہیں۔

عقیدہ امامت کی اہمیت کے بارے میں یہاں ایک لطیف نکتہ ہے کہ چونکہ شیعہ کے اصول دین میں امامت کا عقیدہ شامل ہے لہٰذا اس عقیدہ کی اہمیت و ضرورت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اہل سنت نے آئمہ شیعہ کے مقابلے میں اپنے امام ابو حنیفہ کو امامت کا درجہ دیا ہے۔ اور اس طرح عقیدہ امامت کا تصور مذہب سنیہ میں داخل ہوا اور ہر شخص کا بڑا امام اعظم کہلانے لگا جب کہ شیعی عقیدہ کے مطابق ایک وقت میں صرف ایک امام نائب رسول ہے جسے تمام شعبہ ہائے علوم میں درجہ کمال حاصل ہوتا ہے۔ امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادق علیہما السلام سے فقہ کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد ابو حنیفہ کو مشکل یہ پیش آئی کہ اگر وہ شیعوں کے آئمہ کی تعلیم کو اپنے فقہ کی اساس بناتے تو وہ فقہ ایسی ہو جاتی جو لوگوں کو مطلوب تھی۔ لہٰذا انہوں نے مجبوراً تمسک بالثقلین والی حدیث کو نظر انداز کر کے اپنی فقہ کی بنیاد آل رسولؐ کی بجائے اصحاب رسولؐ پر رکھی۔ اور یہ بات سیاسی اعتبار سے مطلوب بھی تھی۔ بظاہر دوسری صدی ہجری میں اس فقہ کا آغاز ہوا لیکن شبلی جیسے علماء کے مطابق "فقہ کا فن تمام تر حضرت عمر کا ساختہ پرداختہ ہے" (الفاروق) دراصل گویا حنفی فقہ حضرت عمر کی مرتب شدہ ہے۔

شیعوں کا سلسلہ بعد از رسولؐ حضرت اہل بیت رسولؐ سے جاری ہے۔ ہماری فقہ کی تدوین کا کام پیغمبر اکرمؐ کی حیات ہی میں شروع ہو گیا تھا۔ کیوں کہ کتاب وہ صحیفہ امام اور صحیفہ جامعہ کی تدوین کا سرا رسول خدا اور شیر خداؑ کے ہاتھوں سے

جاتا ہے۔ لیکن فقہ کی باقاعدہ تدوین پہلی دو صدیوں میں حضور اور آئمہ کے زمانے میں
امام محمد باقر تک نہیں ہوئی اور نہ ہی اس کی ضرورت پیش آئی۔ کیونکہ اس وقت
شیعہ و سنی دونوں زیادہ تر خود ہی آئمہ شیعہ سے مسائل دریافت
کر لیتے تھے۔ جب امام صادق کو چھوڑ کر ابو حنیفہ کو امام بنا لیا گیا۔ تو امام
جعفر صادق نے فقہ اسلام کی تدوین فرمائی۔ کیونکہ آپ کی اس کام کے لئے
حالات کا ماحول میسر تھا۔ اور پھر فریقین کی مرتب کردہ مختلف فقہ رکھتے ہوئے ایسا
بہت ضروری تھا۔ ابو حنیفہ نے مسند امامت تو سنبھال لی تھی اور لوگوں کو درس دینا
شروع کر دیا تھا۔ لیکن ان کی تعلیم کردہ فقہ ان کی حیات میں مدون نہ ہو سکی۔ بلکہ
ان کے بعد ان کے شاگردوں نے اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ امام جعفر
صادق کی حیات طیبہ میں حضرت ابو حنیفہ ان کے مرید رہے۔ خود امام پاک نے ابو حنیفہ
سے مناظرہ کیا اور قیاس کے بطلان کو مثالوں سے واضح کر کے اپنے شاگرد
امام اعظم کو ڈانٹ بتائی اور خبردار کیا کہ دینی معاملات میں قیاس نہ کیا کرو۔
فقہ جعفری کے مقابلے میں ویسے دوسرے مذاہب صرف وجود میں آئے
حکمران عام طور پر شہرت و قبولیت عام حاصل نہ کر سکے کیونکہ ان کو حکومت کی تائید
حاصل نہ ہو سکی لہٰذا صفحہ ہستی سے مٹ گئے۔ البتہ نعمان بن ثابت ابو حنیفہ، مالک
بن انس، محمد بن ادریس شافعی اور احمد بن حنبل کے مذاہب لوگوں میں مقبول
ہوئے۔ ان مذاہب اربعہ کا آپس میں اتفاق و اختلافات ہیں۔ حکمران چاروں
فقہوں کے ماننے والے ہی رہے۔ البتہ فقہ حنفی دیگر فقہوں سے زیادہ مقبولیت
رکھتی ہے۔ ان سب فقہوں کے ماخذ
(۱) قرآن (۲) سنت (اقوال اعمال رسول و اصحاب و تقاریر رسول و تابعین)۔
(۳) اجماع (۴) قیاس و رائے ہیں۔ جب کہ فقہ جعفری اور ہو بھی قرآن سنت
اجماع فقہا اور عقل سے ماخوذ ہوتی ہے ہمارے ہاں سنت سے مراد اقوال و

اعمال رسول و آئمہ اہل بیت ہیں۔

ماخذ میں فقہ قرآن، سنت، اجماع پر فریقین کا اصولی اتفاق ہے۔ لیکن
ان سب کی تشریحات و تعبیرات میں بہت سے فروعی اختلافات ہیں۔ ان
پر بحث کرنا اس وقت مقصود نہیں۔ مثال کے طور پر سنت سے مراد
غیر شیعہ کے ہاں یہ ہے کہ اقوال و اعمال رسول و اصحاب و تقاریر تابعین ہے۔ جب
کہ شیعہ اقوال و اعمال رسول و اہل بیت کو سنت سمجھتے ہیں۔ اسی طرح اجماع
کے بارے میں نظریاتی اختلاف ہیں۔ شیعی نقطہ نظر سے اجماع اس امر کو
کہتے ہیں جس مسئلے پر مجتہدین شیعہ کا اتفاق ہو اور وہ اتفاق آئمہ اثنا
عشر کے اقوال و اعمال کے مطابق ہو۔ اس کے برعکس سنی مسلک میں اجماع
کی تعریف یہ ہے کہ علمائے زمانہ کسی شرعی مسئلہ پر متفق ہو جائیں

اجتہاد بالعقل شیعہ کے مطابق ماخذ شریعت ہے۔ عقل سے مراد
یہ ہے کہ کسی امر کو عقل سلیم کے اصول پر جانچا جائے کہ وہ کتاب و سنت کے
خلاف تو نہیں ہے۔ اسی نے ہمارے ہاں اجتہاد کا دروازہ کھلا ہے۔ غیر شیعہ
مسالک میں عقل کے بجائے مسائل میں قیاس و رائے سے کام لیا جا سکتا
ہے۔ یعنی قرآن و حدیث سے جب کوئی مسئلہ حل نہ ہو سکے تو اپنے ذاتی قیاس سے
اس مسئلے کا حل مقرر کیا جاتا ہے۔ جب لوگوں نے آئمہ برحق کو چھوڑ کر خود ہی قرآن
و حدیث کو سمجھنے کی کوشش کی۔ تو یہ صاف بات ہے کہ کم علم قرآن و حدیث کے
باعث قیاس یا ذاتی رائے کے سوا کوئی چارہ نہیں رہا ہے۔ اسی لئے تمام
غیر شیعہ فقہیں قرآن و سنت کے بعد قیاس کی قائل ہیں۔ حالانکہ تفسیر بالرائے کی
مخالفت بھی تسلیم کی جاتی ہے۔ پس شیعہ و غیر شیعہ علماء کا فرق یہی ہے۔ الغرض جب کہ
فقہ عقل پر مدار کرے وہ معقول ہے۔ وہ ماسوائے ان تمام فقہوں پر برتری حاصل
ہے۔ جو عقل کو ماخذ قرار نہیں دیتی ہیں۔

اب ہم مختصر تقابل پیش کرتے ہیں۔ جس سے فقہ جعفری اور دیگر مذاہب کا فرق سامنے آجائے گا۔ چنانچہ پہلے اصولِ دین لیجئے اور تین مشترک عقائد پر تعلیمات کا فرق ملاحظہ فرمایئے

توحید: عقیدۂ اصلِ دین ہے۔ تمام مسلمان خدا کے وجود اور وحدانیت پر متفق ہیں لیکن جیسی شرحِ توحید فقہ جعفری میں ملتی ہے۔ کسی دوسرے اسلامی مذہب میں دستیاب نہیں ہے۔ خطاب مدینۃ العلم، خطیب منبر سلونی امیر المومنین علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ۔

"جس نے خدا کو مختلف کیفیتوں سے متصف کیا اس نے اس کو یکتا نہیں سمجھا جس نے اس کا مثل ٹھہرایا اس نے اس کی حقیقت کو نہیں پایا۔ جس نے اسے کسی شے سے تشبیہ دی اس نے اس کا قصد نہیں کیا۔ جو شے خود اپنی ذات سے پہچانی جائے وہ مخلوق ہے اور جو دوسرے کے سہارے قائم ہو وہ محتاجِ علت ہے۔ خدا فاعل ہے بغیر آلات کو حرکت میں لانے کے وہ بغیر فکر کا اندازہ مقرر کرنے والا ہے۔ بغیر فکر کی جولانی کے وہ تونگر و غنی ہے بغیر دوسروں سے استفادہ کئے۔ یا اس کی ہستی زمانے سے پیشتر۔ اس کا وجود عدم سے سابق۔ اس نے جو احساس و شعور کی قوتوں کو ایجاد کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ خود حواس و آلات نہیں رکھتا۔ اور چیزوں میں ضدیت قرار دینے سے معلوم ہوا کہ اس کی ضد نہیں ہو سکتی۔ اور چیزوں کو جو اس نے ایک ساتھ رکھا، اس سے معلوم ہوا کہ اس کا کوئی ساتھی نہیں۔ وہ کسی حد میں محدود نہیں اور گنتی میں شمار ہوتا ہے۔ جس شے کو اس نے خود پیدا کیا وہ اس میں کیونکر پیدا ہو سکتی ہے۔ اگر ایسا ہو تو اس کی ذات تغیر پذیر قرار پائے گی۔ اور اس کی ہستی تجزیہ پذیر ہو جائے گی۔ اگر اس میں کمی آئی تو وہ اس میں تکمیل کا محتاج ہوگا اور ایسی صورت میں اس میں مخلوق کی علامتیں آجائیں گی۔ اور جب ساری چیزیں اس کی ہستی کی دلیل تھیں۔ اس صورت میں وہ خود کسی خالق کی دلیل بن جائے گا۔ حالانکہ وہ اس

سے بری ہے۔ اس کی کوئی اولاد نہیں کہ وہ کسی کی اولاد ہے۔ نہ عادات اسے پا سکتی ہیں کہ اس کا اندازہ ٹھہرائیں۔ عقلیں اس کا تصور نہیں کر سکتیں کہ اس کی کوئی صورت مقرر کر لیں۔ حواس اس کا ادراک نہیں کر سکتے کہ اسے محسوس کریں۔ اور ہاتھ اسے مس نہیں کر سکتے کہ اسے چھو لیں۔ وہ کسی حال میں بدلتا نہیں ہے۔ نہ شب و روز اس پر گزرتے ہیں نہ روشنی و تاریکی اسے متغیر کرتی ہیں۔ اسے اجزاء، اعضاء و جوارح جیسی صفات میں کسی صفت اور ذات کے علاوہ کسی چیز اور حصول سے متصف نہیں کیا جا سکتا۔"

توحید فقہ جعفری کے موضوع پر ایسی شفاف تعلیمات عقل سلیم کے عین مطابق ہیں جن سے توحید پر علم پاتی ہے کیونکہ جس طرح خدائے بزرگ و برتر کی الوہیت کو فقہ جعفری میں تسلیم کیا جاتا ہے کسی کی دوسرے مذہب میں نہیں ملتا۔ تفصیل کو دور کرتے ہوئے اس مقام پر صرف ایک مثال عقیدۂ توحید کے ضمن میں غیر شیعہ مذہب سے پیش کرتا ہوں اور فیصلہ کا اختیار سامعین کے مذاقِ فہم پر چھوڑتا ہوں

فقہ حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی کے پیروکاروں میں ایک عقیدہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ روزِ حساب جب دوزخی جہنم میں ڈالے جائیں گے اور جو جنتی ہوں گے جنت میں بھیجے جائیں گے تو ان لوگوں دوزخ کی بے قراری بڑھے گی اور جہنم پکارے گی کہ اور ڈالو اور ڈالو مگر دوزخ کی تسکین نہ ہوگی۔ اور جہنم کا اضطراب بدستور شدت اختیار کرتا رہے گا چنانچہ دوزخ کی یہ حالت دیکھ کر اللہ میاں کو اس پر ترس آئے گا۔ لہٰذا اس کی بے قراری رفع کرنے کے لئے اپنا پیر جہنم میں ڈال دے گا۔ اس سے دوزخ کو قرار مل جائے گا۔

ذات باری تعالیٰ کے لئے ایسا مہمل عقیدہ تجویز کرنا اصل وحدت مذہب کی بنیاد کو اکھاڑ پھینکتا ہے۔ اس صورت ایک طرف خدا کی نفی ہوتی

ہے کہ معاذ اللہ خدا نے دوزخ کو غلط اندازے سے خلق کیا ہے۔ تو دوسری صورت قدرت و علم کی عاجزی کا اظہار ہوتا ہے۔ کہ کن فیکون کی طاقت کا مالک دوزخ کے سامنے مشکل امر ہے۔ کہ اسے خاموش نہیں کر سکتا۔ تیسری جانب دو ترکیب اعضا اور جسم ثابت ہوتا ہے۔ کیا خدا ہو سکتا ہے جو تحتی ظاہری صورت یہ ہے کہ وہ معاذ اللہ خود بھی جہنمی ہے

ظاہر ہے کہ عقل اعتقاد سے ایسی ہستی جو غیر واضح ماجا اور جسم ہونے کے ساتھ ساتھ آخر میں جہنم کا ایندھن بن جائے۔ ہرگز خدائی کے لائق نہیں ہو سکتی عقیدہ ہے کہ جب اللہ کا قدم شریف جہنم میں داخل ہو گا تو جہنم پکار اٹھے گی بس بس بس گویا کہ دوزخ کی مراد پوری ہو گئی اب نہ کسی دوسرے جہنمی کی ضرورت نہیں عجیب بات ہے جو کہ پیر ڈال کر نکالنے کا عقل اس کو واپس نکالنا مرقوم نہیں ہے اگر خدا نخواستہ ایسا ہی ہوا تو پھر ایسا جسم کر پشیمان ہونے کی کیا نوبت ہے۔ دوزخی خوش ہو گئے کہ اچھا ہوا جس نے ان کو آگ میں ڈالا وہ بالآخر خود بھی آ گیا۔ چاروں راہ چاروں پیش۔ اور لے کا بدلہ مل گیا۔

مختصر ایک بات کہتا ہوں اور کہ ہمارے لئے وہ روایت باعث حیرانی نہیں ہونا چاہئے جس میں محسن رسول حضرت ابوطالب کے لئے آگ کے جوتے کا ذکر آیا ہے جہاں تو بار لوگوں نے اللہ میاں کی ٹانگ گھسیٹ کر دوزخ میں ڈال رکھی ہے پھر ان کو جوتی کیا چیز ہے؟ ھل ھذا الناس اگر غور کیا جائے تو نتیجہ نکلے گا کہ جس قوم کا خدا ہی دوزخی ہے اس کے بندوں کے جنتی ہونے کا کیا امکان رہ جاتا ہے؟

گر ہمیں مکتب و ہمیں ملا
کار طفلاں تمام خواہد شد

مختصر شیعہ کے علاوہ دیگر مذاہب میں خدا کی توحید کے متعلق ایسے ایسے عقیدے ہیں کہ وہ شان خداوندی کو ہرگز زیب نہیں دیتے۔

خدا کا اس قدر ادراک بجلی ہو کہ عرش پر کرسی کے اوپر چڑھ کر سے۔ عقیدہ حلول، بری کی صفات دیدار الٰہی وغیرہ وغیرہ ایسے رکیک نظریات ہیں کہ انہیں عقل قبول کرنے پر تیار نہیں۔ پس دنیا کے تمام مذاہب کی چھان بین کر لیجئے انشاءاللہ شیعہ جیسا عقیدہ توحید جو عقل و دانش کے مطابق درست ہے۔ کسی دوسرے مکتب فکر میں دستیاب نہ ہو سکے گا۔

رسالت

توحید کے بعد عقیدہ رسالت کو لیجئے۔ مذہب جعفریہ جس طرح رسول کی عصمت و طہارت کے معقول عقائد کی تعلیم دیتی ہے۔ دنیا کا کوئی مذہب اس کی دوسری نظیر میں تسلیم نہیں کیا گیا۔ غیر شیعہ مسلمان عقیدہ نبوت کے معتقد ہیں۔ مگر نبی کو جائز الخطاء خالی مان لیتے ہیں۔ مثلاً ان کے نزدیک حضرت ابراہیم نے تین جھوٹ بولے یا حضرت یونس کو معاذ اللہ ان کے گناہوں کے سبب مچھلی کے پیٹ میں مقید کیا گیا۔ دیگر انبیاء کی بات قدرے ایک طرف ہمارے لوگ خاتم النبیین امام المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسوہ حسنہ ایسے بے ہودہ خطوط اور بد نما نقشوں میں پیش کرتے ہیں کہ ان کی نبوت پر ایمان لانا تو کجا ایک صحیح الدماغ شخص ان کو عام انسانیت کے عام درجے پر بھی تا برد دیکھنے سے معذور نظر آتا ہے تفصیلات سے قطع نظر صرف ایک روایت بطور مثال پیش کی جاتی ہے۔ تاکہ غیر شیعہ علماء کی روشنی میں کردار رسول اکرم کی جھلک نظر آ سکے۔

صحیح مسلم شریف حصہ اول صفحہ ۔۔۔ حدیث نمبر ۶۹۰ کے تحت مرقوم ہے کہ کسی صحابی نے آنحضرت سے غسل کے بارے میں ایک مسئلہ دریافت کیا۔ آپ نے جواب میں اپنی بی بی عائشہ کے ساتھ خلوت کا مخصوص عمل کر کے دکھایا۔ اور مسئلہ کا جواب پیش کر دیا۔

خلق عظیم پیغمبر سے ایسی نازیبا حرکت ہرگز متوقع نہیں ہو سکتی۔ مگر پھر بھی ایسی خرافات مروجہ مذہب میں غیر شیعوں کے متعلقات سے عاجز آ کر لوگوں نے رسول

کی زندگی کو دو حصوں میں بانٹ دیا۔ ایک جزوی دوسرا غیر جزوی عصمت۔ پھر یہی نہیں بلکہ رسول اپنے جزوی حصہ میں بھی نعوذ باللہ خطا اور کوتاہی کر دیتے ہیں۔ کبھی نماز غلط پڑھ جاتے ہیں کبھی قرآن۔ کبھی وحی بھول جاتے ہیں۔ اور کبھی حالت نماز میں بتوں کی صفت و ثنا فرما دیتے ہیں۔ اہل سنت کی کتابوں میں مرقوم بے شمار توہین آمیز روایات سے غیر شیعہ مسالک کا عقیدہ رسالت نمایاں ہوتا ہے۔ عقل خالص رکھنے والا کوئی شخص ایسے رسول پر ایمان لانے کے لئے تیار نہیں ہو سکتا جس کا کردار غیر شیعہ کتب میں توہین سے بھرپور روایات کے آئینہ میں نظر آتا ہے۔

فقہ جعفری کا دامن پاکیزہ عقیدۂ رسالت سے بھرا ہوا ہے۔ یہ شرف شیعہ کے لئے مخصوص ہے کہ وہ رسول کو ایسا معصوم و پاک مانتے ہیں جن سے اول عمر سے آخر عمر تک کسی گناہ یا خطا کا صدور ناممکن ہے۔ شیعہ رسول کو تمام نقائص و عیوب سے منزہ اعتقاد کرتے ہیں۔ جن سے سہو، خطا اور گناہ ہو ہی نہیں سکتا۔ اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اشرف المخلوقات، خاتم النبیین اور سید الانبیاء تسلیم کرتے ہیں۔ عصمت انبیاء کلیتاً شیعوں کا عقیدہ ہے۔ اہل سنت کے بعض فرقے اس کے قائل نہیں اور جو قائل ہیں وہ جزوی عصمت کے معتقد ہیں۔

عصمت کا عقیدہ عقل و بصیرت پر مبنی روشن براہین پر اساس رکھتا ہے۔ کیونکہ انکار عصمت کی صورت میں دو اشکال سامنے آئیں گے۔ اول یہ کہ نبی سے قبل از بعثت والی زندگی میں خطا سرزد ہوئی۔ اگر یہ صحیح ہے تو جب ایسا شخص [illegible] کا دعویٰ کرے گا تو لوگ اسے خطاکار تصور کرتے ہوئے قابل اعتبار نہ سمجھیں گے۔ اور اگر بعد از بعثت گنہگار مان لیا جائے تو یہ صورت بہت خطرناک ہے۔ کہ ایسا شخص جو لوگوں کو گناہ سے بچنے کی تلقین کرتا ہے۔ خود گناہ کا مرتکب ہوتا ہے۔ بھول چوک اور نسیان تسلیم کرنے سے نبی کی شریعت پر ہی سے اعتبار اٹھ جاتا ہے۔ کہ ممکن ہے کہ ایک غلط حکم بھولے سے صادر کر دیا ہو اور صحیح حکم یاد نہ رہا ہو۔ چنانچہ

کائنات نے معصوم افراد ہی کو عہدہ رسالت و نبوت عطا فرمایا۔ یعنی فقہ جعفری میں نبی کا تعارف یہ ہے کہ وہ پیدا ہی نبی ہوتا ہے۔ جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا تذکرہ قرآن مجید میں موجود ہے۔ نیز نبی ہر طرح کی خطا و نسیان سے محفوظ ہوتا ہے۔ اس کے برعکس غیر شیعہ کے نزدیک حضور اکرم کو چالیس برس بعد نبوت ملی اور ان سے انسانی سہو و خطا کا صدور ممکن ہوا۔ پھر کوئی عقل مند کسی خطاکار گنہگار اور مریض نسیان و ہذیان کی بات پر اعتبار نہیں کرتا۔ چہ جائیکہ اس کی اطاعت کرے۔ لہٰذا جس فقہ میں نبوت عصمت سے مزین ہے اس فقہ کو برتری حاصل ہے۔

قیامت

قیامت برحق ہے یہ کلی مشترکہ عقیدہ ہے۔ مگر اس میں شیعہ و غیر شیعہ کے کچھ اختلافات ہیں۔ ان میں ایک دیدار پروردگار کا مسئلہ ہے۔ فقہ جعفری کے مطابق اللہ کی ذات کا دیدار مخلوق کی آنکھوں سے نہیں ہو سکتا یعنی کہ جو چیز دیکھی جاتی ہے وہ محدود ہو گی۔ چنانچہ علمائے جعفریہ نے اس بحث پر سیر حاصل بحثیں کی ہیں۔ اور قرآن و حدیث سے ثابت کیا ہے کہ مخلوق کی آنکھیں دیدار الٰہی کا ادراک نہیں رکھتیں۔

عدل

فقہ جعفری کا خصوصی امتیاز یہ ہے کہ اس میں عدل باری تعالیٰ کو اصول دین میں شامل کیا گیا ہے۔ جب کہ مسلمانوں میں رائج کسی دوسری فقہ میں عدل الٰہی کو اصول دین میں اعتقاد نہیں کیا گیا ہے۔ ضروری ہے کہ اس مقالے میں مختصراً بیان کیا جائے کہ عدل کو اصول دین میں داخل کرنا کیوں ضروری ہے؟ عدل کا مطلب یہ ہے کہ کسی چیز کو اس کے صحیح مقام پر رکھا جائے۔ متضاد اس کا ظلم ہے۔ معنوی وسعت کے تحت عدل میں ہر وہ بات اور عمل آتے ہیں جو خدا اپنی مخلوق کے ساتھ کرتا ہے۔ مثلاً خدا اپنے بندوں میں سے کسی کو صفی اللہ کسی کو نجی اللہ اور کسی کو کلیم اللہ بناتا ہے۔ لیکن دوسروں کو یہ رتبہ عطا نہیں کرتا۔ پھر وہ دن

تھا کسی شخص کو فعل بد سے روکتا ہے اور نہ جبر کو قبول کرتا ہے۔ اگر خدا کو عادل نہ
مانا جائے تو اس طرح کے سوالات پیدا ہو کر وہ نشانہ اعتراض و ملامت بن جاتے ہیں
جب کہ خالق عالم کی ذات اعتراض کے لائق نہیں۔ اور معترض کافر ہے۔ لہٰذا
یقین حاصل اور استحکام ایمان کی خاطر عدل کو اصل ماننے کی ضرورت پیدا ہوئی
حالانکہ دیگر مسلمانوں کی طرح دوسری صفات حمیدہ کے بعد عدل کی صفت شامل کرنے
کے بجائے عدل کو اصول دین میں شامل کرتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ ایک کم علم اور
جاہل فرد اگر اللہ اور صفات مان لیتا ہے۔ لیکن جب وہ دنیا میں تجربات و مشاہدات
کرتا ہے۔ تو اس کے ذہن میں طرح طرح کے سوالات جنم لیتے ہیں۔ خواہ وہ جو کچھ
کی صورت میں وہ جانتا ہے کہ ایک صاحب ایمان مصائب میں گرفتار ہے۔ اور بدکار و سرکش
ناز و نعم میں زندگی گزار رہا ہے مسلمان فاقہ سے دوچار ہے اور کافر کی پانچوں گھی میں ہیں
ضعیف شخص رو رہا ہے ظالم صاحب ثروت ہے۔ اور دوسرا نوجوان شباب میں اٹھا لیا
جاتا ہے ایسے حالات پر ایک عام انسان باوجود اس کے کہ وہ خدا کی صفات پر یقین
اور سچا ایمان رکھتا ہے ڈگمگائے بغیر نہیں رہتا ہے چاہے وہ زبان پر نہ لائے
مگر دل میں وسوسہ ضرور رکھتا ہے۔ چنانچہ مسئلہ اعتقاد و عمل کی بنا ان وجوہات
ہے۔ اور یہ مسئلہ بہت خطرناک ہے۔

ایک ہی عقیدہ مسلمان کو ان تمام تکلیف دہ تجربات اور مشاہدات کے باوجود
خدا کے آگے سر تسلیم خم کرتا ہے اور اب صرف اس وقت ممکن ہو سکتا ہے جب
عقیدہ عدل واضح ہو جاتا ہے چاہے حالات خداوندی کی مصلحت پر واضح کر کے ایسے
شکوک و شبہات کو جڑ سے دور کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے فقہ جعفری نے عدل کو اصل مان
کر وسوسوں اور شکوک سے محفوظ رہنے کا بہترین طریقہ تسلیم کیا ہے۔ جس کا نتیجہ
کہ ہر حال میں دائمی نجات حاصل ہو جاتی ہے اور شعوری یا لاشعوری کافر ہونے
بلکہ کفر یا انکار سے ہمیشہ کے لئے بچا جا سکے۔

چونکہ غیر شیعہ مذہب نے عدل کو اہمیت نہیں دی لہٰذا اس کے نتیجے میں
وہ مختلف الخیال عقائد کا شکار ہو گئے کوئی جبر کا ہو گیا اور کوئی قدر کا۔ خدا کے اصول میں
شک و شبہات کی دلدل میں پھنس کر یقین کی منزل سے بہت دور ہو گئے لہٰذا توحید
کے بعد صفت باری تعالیٰ کو اصول دین میں شامل کرنا شرک سے محفوظ رکھتا ہے یقین
کو پختہ کرتا ہے اور ایمان کو قوی و مستحکم بناتا ہے۔ جن لوگوں نے عدل کو اصل دین نہیں
مانا وہ باوجود خدا کی صفت عدل کے ماننے کے خدا سے ظلم کو جائز کرتے ہیں بخلاف
شیعہ مسلمان ایمان مفصل میں اقرار کرتے ہیں کہ خیر اور شر دونوں اللہ کی طرف سے ہیں۔
حالانکہ شر ہی تو ظلم ہے پس وہ فقہ جس کا ظاہر اصول عدل ہے یقیناً اس فقہ سے مختلف
اور معقول ہے جس کا مقصد شر ہے۔

امامت

فقہ جعفری کو جہاں دیگر مسائل میں امتیازی شان حاصل ہے وہاں اصل
امامت اسے دوسرے مکاتب فکر سے ممتاز کرتی ہے۔ مسئلہ امامت
شیعہ و غیر شیعہ میں باعث نزاع بنا ہوا ہے جس میں بعض حضرات نے طبع آزمائیاں کی ہیں
ہے یہاں ان تفصیلات میں جانا مقصود نہیں۔ سیدھی بات یہ ہے کہ جن لوگوں نے رسول اللہ
کو معصوم عن الخطا تسلیم نہیں کرتے وہ ان کے جانشین کو معصوم ماننے پر کب تیار ہوں
گے لہٰذا انہوں نے ظاہری صفت بنا کر جماعت یا شوریٰ کا انتخاب اور وقت دیکھتے ہیں
کہ وہ کس طرح کی نہیں۔ اور امامین کے جانشین کے لئے لازم نہیں سمجھا کہ اسے علم
پاک حسن بلند اخلاق و صداقت ہو ملحوظ رکھنا چاہئے بلکہ انہوں نے تسلیم کیا کہ کیا بھی شخص چاہے ظالم ہو
یا پابند شریعت ہو یا نہ ہو جس کے پاس سب طاقت ہو خلیفہ رسول ہو سکتے ہیں یہی وجہ ہے کہ فقہ جعفری کے دوسرے
دعویداروں نے یزید بن معاویہ جیسا فاسق و فاجر کو خلیفہ تسلیم کر لیا۔ تیرا ہی ایک طبقہ ایسا
ہے جو معاویہ، مروان اور یزید جیسوں کو خلفائے راشدین کہتے ہیں
ساری امت کا اتفاق ہے کہ پیغمبر اسلام نے اپنے پیچھے تمام زندگی کا ایک
مکمل ضابطہ اور مکمل دستور حیات قرآن مجید کی صورت میں چھوڑا۔ پھر مسئلہ یہ ہے کہ آیا

علم کی تفسیر و تشریحات کی محتاج ہوا کرتی ہیں۔ چنانچہ رسالت مآبؐ نے کتاب کے ساتھ اپنی عترت یعنی اپنے اہل بیتؑ بھی چھوڑے تاکہ امت ایک ہی مرکز ہدایت پر متحد قائم رہے اور بعد از رسولؐ ان کا مذہب ہو جو بقول پیغمبرؐ واجب الاطاعت ہو تاکہ افراد امت ان سے ہدایت اخذ کرتے رہیں۔ امت کی وحدت قائم رہے۔ نہ تفرقہ و انتشار ہو۔

ایسے جانشینان رسولؐ کی طرح معصوم ہونا بھی ضروری ہے۔ تاکہ لوگ ان پر بھروسہ اور یقین کے ساتھ ان سے احکام اخذ کریں۔ ایسے نائب رسولؐ کو جو عالمین کے رسولؐ کی نیابت کرتا ہے تمام لوگوں سے عالم ترین ہونا لازمی ہوگا۔ ایسے جانشین کو اصطلاحاً امام کہتے ہیں۔ اور بعد از رسولؐ امت کی دینی قیادت علمی کی اہم ذمہ داریوں کے منصب کو امامت کہا جاتا ہے۔ ہمارے نزدیک ایسے امام امت اور قائد شریعت کا منصوص من اللہ ہونا بھی ضروری ہے۔ اور لازم ہے کہ شارع علیہ السلام نے اس کے تقرر من جانب اللہ ہونے کا اعلان خود فرمایا ہو۔ یعنی اس کی امامت اللہ اور رسولؐ کی نصوص صریحہ سے ثابت و مسلم ہو ورنہ یہ اختلاف کے باعث امت تفرقہ خانہ جنگی کا خطرہ رہے گا۔ یہ عہدہ جلیلہ عوام کے ہاتھوں میں نہیں دیا جا سکتا کیونکہ عصمت اس کا خاصہ ہے اور کسی کے معصوم ہونے کا علم صرف اللہ یا اسکے رسولؐ ہی کو ہو سکتا ہے۔ یا ان کو خفیہ تدبیر و حیلے بنا دیا جائے۔ یہی سنت الٰہیہ ہے۔ جیسی بجا ہی عمل ہے حضرت آدمؑ سے لیکر خاتمؐ تک انبیاء کا تقرر اسی طرح ہوتا رہا چنانچہ ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اپنے بعد ایک نائب کا اعلان فرمایا کہ قرآن و اہل بیتؑ سے تمسک کا حکم دے کر امت کو ہدایت کے لئے جو قائدین آئمہ دیئے صرف اہل بیتؑ کے تھے۔

فقہ جعفریہ کی یہ خصوصیت دیگر تمام مذاہب پر فوقیت رکھتی ہے کہ اس کے امام اور ہادی معصوم و منصوص ہونے کے ساتھ ساتھ اعلیٰ درجے کے عالم تمام افراد سے افضل، سب سے زیادہ متقی، افضل اعلیٰ افراد اہل بیت رسولؐ

ہیں۔ ان صفات کا کسی دوسرے فرقے کے آئمہ میں بجا طور پر تصور نہ کر سکنا دور دراز تک مدلل نہیں ہے۔ امامت کے عقیدہ کا اصول دین نہ ماننا سے افتراق امت میں خانہ جنگی اور باہمی جدال کا سبب بن گیا ہے۔ اگر اس کو اصل مان لیا جاتا تو ملت نہ ہی انتشار و تفریق کا شکار ہوتی اور نہ ہی اپنی مرکزیت کھو کر زوال پذیر ہوتی۔

المختصر مکمل اختصار کے ساتھ ہم نے شیعہ و غیر شیعہ اصول دین کے تقابل کا ایک تقابلی جائزہ لے کر اس حقیقت کو اجاگر کیا ہے کہ سارے فرقوں میں صرف مذہب اہل بیتؑ یعنی شیعہ اثنا عشری "ہی ایک ایسا معقول و فطری مذہب ہے جس کے اصول دین معیاری 'قابل قبول' اور عقل و فطرت سے ہم آہنگ ہیں۔ فقہ جعفریہ کی یہ ایسی منفرد خصوصیت ہے جو کسی دوسری فقہ کو حاصل نہیں ہے۔

اصول کے بعد فروعات کی حیثیت ثانوی ہوتی ہے یہاں بھی ہمارا دعویٰ عام ہے کہ یہ خوبی بھی صرف فقہ جعفریہ کو نصیب ہے کہ اس کے تمام فروعات دین عین مطابق قرآن و سنت ہونے کے ساتھ ساتھ فطرۃً انسانی معقول ہیں جبکہ غیر شیعہ کے "ارکان اسلام" کتاب و سنت سے متعارض ہونے کے علاوہ فطرت و دانش سے مربوط نہیں ہوتے پس ملت اسلامیہ میں مروجہ مذاہب میں کا صرف وہی مذہب لائق اتباع ہو سکتا ہے جس کو وحی کی تائید پیغمبرؐ کی عمل تصدیق اور عقل و خرد کی حمایت حاصل ہو اور یہ خواص سوائے مذہب امامیہ اثنا عشریہ کے اور کسی مذہب میں موجود نہیں کیونکہ بانی وقت کے باعث فروعات دین کا دیگر مذاہب کے ارکان اسلام سے موازنہ پیش کرنے سے معذور ہوں۔ اتنا کہنا ہی کافی ہے کہ ان کا تعلق عبادات سے ہے جو ایمان کے ماتحت ہیں۔ جس معیار پر ایمان کا درجہ ہوگا اسی کے مطابق عبادات ہوگی اگر ایمان یعنی اعتقادات درست اور نیت ٹھیک ہو تو عبادات مفید ہیں لیکن اگر ایمانی اصول ہی ناقص ہوں گے تو فروعات بھی خود بخود بے معنی قرار پا جائیں گے اور اعمال کے اکارت جانے کا خدشہ موجود رہے گا۔ ایک مثال

دعا بھی پڑھی۔ نماز کو دیگر عبادات پر فضیلت حاصل ہے۔ مگر جب وضو درست نہ ہوگا تو نماز نہیں پڑھی جا سکے گی۔ وضو کا صحیح طریقہ کیا ہے؟۔ امت میں اس پر اختلاف ہے۔ ہم وضو میں پیر دھونے اور دو مسح کرنے کے قائل ہیں۔ جب کہ دیگر بھائی تین دھونے اور ایک مسح کرنے کے عادی ہیں۔ یہاں لمبی بحثیں چھوڑ دیجئے۔ سیدھی بات ذہن میں رکھیں کہ از روئے قرآن غسل وضو کا نعم البدل نہیں ہے۔ اگر پیروں کا غسل وضو میں ضروری ہے تو پھر جواب دیا جائے کہ تیمم کرتے ہوئے پیروں کو کس لئے چھوڑ دیا جاتا؟ ہے۔ چنانچہ تیمم کا طریقہ فقہ جعفری سے بیان کردہ وضو کی ترکیب کے حق میں قرآنی دلیل ہے جس کو رد کیا نہیں جا سکتا ہے۔ بہرکیف میں ضروری خیال کرتا ہوں کہ زیادہ بحث و تفصیلی گفتگو کرنے کے بجائے معاملات کی جانب متوجہ کروں۔ معاملات میں یوں تو بے شمار مسائل شامل ہیں۔ جن میں ہم چند اہم موضوعات کا مختصر تذکرہ کرنے پر اکتفا کریں گے۔ سب سے پہلے … صاحب کی فرمائش پر نکاح طلاق اور متعہ جیسے معاملات زیر بحث لاتے ہیں۔

نکاح کے بارے میں جمہور اور شیعہ متفق ہیں۔ کہ مسلمان کا نکاح کافر کافرہ سے نہیں ہو سکتا۔ شیعہ مسلک میں نکاح کے طریقے میں دو صیغے پڑھے جاتے ہیں ایک مرد کی طرف سے دوسرا عورت کی طرف سے۔ شیعہ و سنی طریقہ نکاح میں جو نمایاں فرق ملتا ہے نکاح پایا جاتا ہے۔ وہ نکاح کے صیغے پڑھنے کا ہے۔ سنی حضرات اپنی مادری زبان میں ایجاب وقبول کے صیغے جاری کرتے ہیں۔ جب کہ شیعہ عربی زبان میں صیغے ادا کرتے پڑھتے ہیں۔ گو مطلب و مفہوم ایک ہی ہوتا ہے مگر چونکہ ہمارا سرمایہ مذہب عربی زبان میں ہے لہذا معانی تو درست ہی پایا جاتا ہے کہ زبان قرآن میں عورت کو اپنے پر حلال کیا جائے۔ جب کہ حرام جانور کو حلال کرنے کے لئے بھی تکبیر عربی میں پڑھی جاتی ہے۔

نکاح عمر بھر ساتھ نبھانے کا ایک مقدس عہد نامہ ہوتا ہے لہذا فقہ جعفری کے طریقہ پر کیا گیا نکاح ایک "معاہدہ حیات" ہوتا ہے۔ مرد اور عورت زندگی کی گاڑی کے دو پہیے ہیں۔ ان میں رشتہ ازدواج کا بندھن حتی الامکان مستحکم ہونا چاہیے کہ ضرورت کے تحت ماسوائے کسی … کے سوا ان میں جدائی نہ ہو سکے۔ لہذا فقہ جعفری حقوق نسواں کی مکمل پاسداری اور پوری حفاظت کرتی ہے۔ وہ اسے پیر کی جوتی نہیں بلکہ خانہ کی ملکہ کا اعزاز بخشتی ہے۔

اس کے برعکس غیر شیعہ طریقہ سے کیا گیا عقد محض کچے دھاگے کی تار سے بھی کچا ثابت ہوتا ہے۔ عورت کو پرانے جوتے کی طرح کسی بھی وقت پاؤں سے اتار کر پھینک دیا جا سکتا ہے۔ جب چاہا محض جنبش لب سے "طلاق طلاق طلاق" کہہ دو اور جیون ساتھی سے جدائی اختیار کر لو۔ بعض جہلاء کے نزدیک تو نکاح اس قدر بے وقعت ہے کہ محض شیعوں کا جلوس دیکھ لینے سے ٹوٹ جاتا ہے۔ چنانچہ عیسائیوں نے جن کے ہاں مذہبا طلاق نہیں ہوتی اس صورت کو بہت تنقید بنا کر مسلمانوں پر کڑی نکتہ چینی کی ہے۔ مگر جعفری نکاح ایسا نہیں یہاں چاہے ہزار مرتبہ طلاق طلاق کہو نکاح ہرگز منسوخ نہ ہوگا۔ نکاح کے لئے مرد عورت دونوں کی رضامندی ضروری ہے۔ لیکن طلاق میں عورت کی رضامندی ضروری نہیں ہے۔ گو طلاق مرد کے ہاتھ میں ہے لیکن اس کا بے جا اجراء ممنوع ہے۔ چنانچہ ہمارے ہاں طلاق کو قبیح عبادت کہا گیا ہے۔ جب عورت کی طرف سے مرد سے طلاق لینے کی تحریک ہو تو اسے "خلع" کہتے ہیں۔ اور جب دونوں ایک دوسرے سے جدائی پر آمادہ ہوں تو وہ "مبارات" ہے۔

فقہ حنفی میں تو طلاق شوہر کی جیب کا رومال ہے۔ وہ عالم جہالت میں بھی عورت کا گھر اجاڑ سکتا ہے اور زندگی بھر ساتھ نبھانے کا وعدہ پلک جھپکنے سے بھی پہلے اس طرح توڑ سکتا ہے جیسے کچا دھاگہ۔ مگر شیعہ کے نزدیک طلاق دینا سہل کام نہیں ہے۔ فقہ جعفری طلاق کے شرائط وضع کرتی ہے

کہ طلاق دینے والا بالغ، باہوش وحواس اور عاقل ہو۔ غیظ وغضب کی حالت میں نہ ہو۔ طلاق دینے میں با اختیار ہو کسی کے دباؤ کے تحت مجبور نہ ہو۔ عورت حالت پاکیزگی میں ہو وغیرہ چنانچہ جبری طلاق جائز نہیں ہے کیونکہ صحیح نہیں ہوتی۔ مثلاً ایک کمزور شخص کی خوبصورت زوجہ پر کسی ظالم امیر کا دل آجاتا ہو جاتا ہے تو وہ مخیف شوہر کے سینہ پر پستول تان کر اس کی بیوی کو طلاق دلواتا ہے۔ جبکہ شوہر مظلوم کا دل اسکی زبان کا ساتھ نہیں دے رہا ہے۔ تو حنفی فقہ کے فتوے سے ایسی طلاق صحیح و موثر ہوگی اور طاقتور ظالم اس عورت سے نکاح کر سکتا ہے۔ شافعی فقہ بھی اس مسئلے میں حنفی فقہ کی تائید کرتی ہے۔ لیکن فقہ جعفری میں اس طرح کی جبری طلاق کسی تاویل کے ساتھ بھی صحیح قرار نہیں دی جا سکتی۔

قرآن مجید کے مطابق دو طلاقیں رجعی ہیں جو موثر نہیں۔ تیسری طلاق بائن ہے جو موثر ہے۔ یعنی دو بار طلاق دینے سے عورت آزاد نہیں ہوتی بدستور بیوی رہتی ہے۔ لیکن تیسری بار طلاق دینے سے بیوی حبالہ نکاح سے آزاد ہو جاتی ہے۔ فقہ جعفری کے مطابق ایک جلسہ و ایک وقت میں دو عادل گواہوں کے سامنے عربی زبان میں صیغہ طلاق کا تین مرتبہ دہرانا ایک طلاق ہے۔ اس کے بعد دوران عدت بغیر نکاح شوہر اپنی بیوی کی طرف رجوع کر سکتا ہے۔ کیونکہ یہ پہلی طلاق ہے جو غیر موثر ہے۔ اسی طرح بعض شرائط کے ساتھ دوسری مرتبہ دی گئی طلاق دوسری طلاق ہوگی اور اس میں دوران عدت بلا نکاح رجوع کیا جا سکتا ہے اور بعد از عدت نکاح کر سکے۔ ہاں جب بدقسمتی سے دو مرتبہ تعلقات بگڑے ہیں بیوی کو طلاق دیکر رجوع کیا جا چکے تو اب تیسری مرتبہ کسی وجہ سے طلاق دے تو عدت گذر جانے کے بعد عورت اس کی بیوی نہیں رہے گی تاوقتیکہ وہ عورت کسی غیر سے اپنی مرضی کے ساتھ نکاح کرے اور وہ غیر اپنی مرضی سے کسی وقت اس کو طلاق دے تو وہ بیوی سابق شوہر کی طرف لوٹ سکتی ہے۔

اور وہ بذریعہ نکاح اسے اپنی بیوی بنا سکتا ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ شیعہ فقہ میں تین طلاقوں سے مراد یک وقت تین جملے کہنا نہیں۔ بلکہ مختلف زمانوں میں تین مرتبہ طلاق دینا ہے۔ یعنی ایک مرتبہ طلاق دیتے وقت خواہ تین جملے کہے جائیں یا تین ہزار وہ ایک ہی طلاق ہوگی پھر اس میں رجوع ہو سکے گا۔ اگر میاں دوبارہ بحسب شرائط پھر طلاق دے تو یہ دوسری طلاق بھی قابل رجوع ہوگی اب اگر تیسری مرتبہ طلاق دی جائے گی۔ خواہ وہ پانچ سال بعد دے یہ طلاق بائن ہوگی۔ جو موثر ہو کر میاں بیوی میں جدائی پیدا کرے گی۔

اب فقہ جعفری اور دیگر مذاہب کا فرق معلوم ہوگیا۔ کہ اول الذکر میں طلاق دینا لوہے کے چنے چبانا ہے۔ جبکہ موخر الذکر میں نکاح مکھن کا بال ہے۔ چنانچہ ہم مدعیان تحفظ حقوق نسواں سے التماس کرتے ہیں کہ وہ انصاف فرمائیں کہ عورتوں کے حقوق کا تحفظ فقہ جعفری کے علاوہ کسی دوسری فقہ میں ہے۔؟ ذیل میں ہم اپنا مسلک صحیح مسلم شریف کی کتاب الطلاق سے نقل کرتے ہیں۔

"عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے، عہد ابو بکر اور حضرت عمر بن خطاب کے دور حکومت کے دو سال تک تین طلاقیں ایک طلاق شمار کی جاتی تھی۔ پس عمر بن خطاب نے کہا لوگوں نے اپنے امر میں جلدی کی ہے۔ جس میں انہیں مہلت تھی۔ پس ہم ان پر وہی حکم جاری کر دیں۔ پس انہوں نے وہ حکم (تین طلاق کو یک وقت تین طلاقیں گن کر طلاق بائن قرار دینا) لوگوں پر نافذ کر دیا۔"

قابل غور امر یہ ہے کہ حسب مصلحت زمانہ احکام شریعت کو تبدیل کر کے کس طرح کتاب و سنت کو ناقابل قرار دیا گیا۔ اور جو ناجائز تھا جائز کیا۔ چنانچہ اس مقام پر ہے کہ عمر فاروق کا منشا بے جرات مندانہ یادگار ہے کہ حقوق الانسانی میں

تحریر ہے کہ ”جمہور فقہاء نے حضرت عمر کے اجتہاد کی پیروی کرکے اس طلاق کی صحت کا فتویٰ دے دیا ہے۔ حالانکہ سنت پیغمبر قطعاً اس کے خلاف تھی بلکہ حضور کا تو یہ عالم تھا کہ ایسی تین طلاق پر اظہار غیض و غضب فرماتے اور اسے ایک ہی قرار دیتے تھے۔“

معاملات میں متعۃ النساء کا جائز ہونا شیعہ و سنی فقہ میں ایک اختلافی مسئلہ ہے شیعوں کے مطابق قرآن کا حکم متعہ دائمی ہے۔ کیونکہ آیت ناسخہ کا نزول ثابت نہیں ہے۔ جب کہ غیر شیعہ علماء کے نزدیک متعہ کا حکم وقتی طور پر تھا۔ جسے بعد میں ہمیشہ کے لئے حرام کر دیا گیا۔ اہل سنت کے نزدیک متعہ ایک عیاشی ہے۔ جب کہ شیعہ متعہ کو عیاشی کے روکنے کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ عقد دائمی اور عقد متعہ میں سب شرائط یکساں ہیں۔ سوائے مدت کا تعین ہونے کے۔ عدت، اولاد کی وراثت، اور دیگر حقوق و فرائض سب ایک ہی طرح ہیں۔ لہٰذا جو اعتراضات کی اشکال معترضین متعہ پر وارد کرتے ہیں وہ سب کے سب نکاح دائمی کی صورت میں عائد ہوتی ہیں۔ بلکہ میں کہوں گا متعہ غیر شیعہ نکاح سے بہتر، مضبوط اور مستحکم ہے۔ کیونکہ یہ نکاح صرف یہ ”طلاق طلاق طلاق“ کہہ دینے سے ٹوٹ جاتا ہے۔ جب کہ متعہ وقت مقررہ تک قائم رہتا ہے۔ لہٰذا اگر عیاشی ہی مقصود ہو تو پھر متعہ کے جھنجھٹ کی ضرورت نہیں بلکہ غیر شیعہ نکاح کر لینا بہت آسان راستہ ہے۔ قابل غور بات یہ ہے کہ عقد کرتے وقت دل میں مدت قائم کر لی جائے تو حرج واقع نہیں ہوتا مگر متعہ کا مسئلہ آجائے تو یہ تعین مدت قبول نہیں۔ عیاشی کی تہمت لگائی جاتی ہے۔ متعہ کے حلال ہونے کے ثبوت میں صرف ایک بھاری گواہی پیش کرتے ہیں۔ جو ان صاحب کے فرزند ہیں۔ جنہوں نے عقد متعہ کو حرام قرار دیا چنانچہ عبداللہ ابن عمر بن خطاب سے جب جواز متعہ کے سلسلے میں پوچھا گیا

تو ابن عمر نے کہا جائز ہے۔ سائل نے تعجب سے دریافت کیا کہ آپ کے والد تو حرام کہتے ہیں عبداللہ ابن عمر نے جواب دیا کہ کیا میرے والد نے برسر منبر یہ اعلان نہیں کیا کہ رسول خدا کے زمانے میں دو متعہ جائز تھے۔ میں انہیں حرام قرار دیتا ہوں اور خلاف ورزی کرنے والے کو سزا دوں گا۔ سائل نے کہا ہاں یہ بات تو ٹھیک ہے۔ عبداللہ نے کہا تو بس ہم اپنے والد کی گواہی کو قبول کرتے ہیں۔ کہ عہد رسالت میں دو متعہ جائز تھے۔ مگر ان کے حکم کو نہیں مانتے کیوں کہ جس چیز کو خدا اور رسول حلال قرار دیں۔ میرے باپ کو کیا حق حاصل ہے کہ اسے حرام قرار دیں (محاضرات۔ راغب اصفہانی) پس حضرت عبداللہ ابن عمر کے اس جواب کے بعد متعہ کی حلت پر کسی مزید بحث کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی۔

تعجب ہے کہ متعہ جیسے یقینی حکم کی مخالفت وہ طبقہ کرتا ہے جس کے مذہب میں ایسا فتویٰ بھی ہے کہ اگر کوئی شخص اجرت مقرر کر کے زنا کے لئے کرایہ پر عورت لائے اور اس سے زنا کرے تو ابو حنیفہ کے نزدیک اس پر حد جاری نہ ہوگی۔“

الغرض فقہ جعفری کا دیگر فقہوں پر فوقیت ہونا اس بات سے ثابت ہے کہ اس میں وہ تمام صلاحیتیں موجود ہیں جو عالمگیر مسائل کو حل کرنے کے لئے درکار ہیں۔ یہ فقہ کتاب و سنت کے ساتھ عقل و دانش سے تطبیق کرتی ہے۔ صرف فقہ جعفری ہی ہر زمانہ، ہر معاشرہ اور تمام حالات میں نافذ العمل ہونے کی اہلیت رکھتی ہے۔ کیونکہ یہ فقہ ان حقیقی رہنماؤں کی تعلیمات پر مبنی ہے جن کو حکم خدا پیغمبر اسلام نے تمام گمراہیوں سے نجات پانے کا وسیلہ قرار دیا ہے۔

جس قدر فقہی مذاہب کے بانی ہیں سب بالواسطہ یا بلاواسطہ

امام جعفر صادق علیہ السلام کے شاگرد ہیں۔ اور ان ہی کی صحبت فیض سے انہوں نے دین کا علم حاصل کیا۔ قرآن و حدیث کا درس ان ہی در اقدس سے لیا۔ اور اسی وارث علم رسولؐ کے سامنے زانوئے تلمذ کیا۔ لہٰذا شاگرد کی فقہ استاد کی فقہ کے برابر نہیں ہو سکتی۔ اور کسبی علم وہبی علم پر فوقیت نہیں پاسکتا ہے۔ خود بانیان مذاہب کا امام جعفرؑ صادق کی عظمت، علمیت، تقویٰ اور تقدس کا اعتراف کرنا اور ان کی شاگردی پر فخر کرنا بجائے خود فقہ جعفری کے برتر ہونے کی دلیل ہے۔ چنانچہ مشہور امام اعظم حضرت ابوحنیفہ فرماتے ہیں "میں نے جعفر بن محمد سے بہتر کوئی فقیہ نہیں دیکھا" (مناقب ابوحنیفہ) امام مالک کا قول ہے کہ "علمی اعتبار سے جعفر بن محمد سے بہتر انسان نہ آنکھوں نے دیکھا ہے نہ کانوں نے سنا ہے اور نہ کسی انسان کے تصور میں آیا ہے"۔ اکابرین اسلام کے لاتعداد اقوال کتابوں میں محفوظ ہیں جن میں امام صادقؑ کی اعلیٰ منزلت علمی کا اعتراف ہے۔ جبکہ حسرت و افسوس کا مقام یہ ہے کہ بانی فقہ حنفی جناب نعمان بن ثابت کے بارے میں امام بخاری صاحب صحیح نے بے اعتباری کا اظہار کیا ہے۔ اور تاریخ صغیر میں لکھا ہے امام صاحب کو قرأتیں خرخش ملک کے ایک حجام سے حاصل ہوئی ہیں لہٰذا ان کی تقلید کس طرح کی جائے۔ اسی طرح بخاری نے سفیان کا قول لکھا ہے کہ ابوحنیفہ اسلام کو شکست کرنے والے تھے اور ان جیسا منحوس کوئی پیدا ہی نہیں ہوا ہے۔

بہرحال دین اسلام کے بانی اور شریعت کاملہ کے فرد شاہد رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہیں۔ آپ کے فرزند حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے آباء طاہرین کی وساطت سے وارث رسولؐ ہیں۔ جس قدر علم قرآن و حدیث ان کو ہے کسی دوسرے کو نہیں۔ اپنے نانا کی شریعت کو سب سے بہتر ہی جا

ہیں۔ کیونکہ یہ ان کے گھر کی چیز ہے۔ پس فرد اہل بیت ہونے کی حیثیت سے ان کا تعلیم کردہ فقہی مذہب شک و شبہ سے پاک ہے اور مذہب اسلام کے عین مطابق ہے۔ لہٰذا اختلاف و تنازعات کے موقع پر انہی کا مذہب قابل عمل ہوگا۔ اور یہی ذریعہ فلاح و نجات ہے۔

افسوس ہے کہ محض تعصب و عناد کی وجہ سے فقہ جعفریہ کو فراموش کیا جاتا ہے۔ حالانکہ اکملیت دین اور اتمام نعمت کی حقیقی مہر اس فقہ پر ثبت ہے۔ صرف یہی فقہ دور جدید کا چیلنج قبول کرنے اور مخالفین کو شکست فاش دینے کی اعلیٰ صلاحیت کی مالک ہے۔ یہ وہ مادر فقہ ہے جس میں سارے برابر نہیں بلکہ عادل کو ظالم پر فضیلت ہے۔ اس فقہ میں نیکی و بدی میں تمیز کر کے نیک سے دوستی اور بد سے کنارہ کشی کا سبق ملتا ہے۔ یہ فقہ مقامات سرور کے خوشیاں منانے کا ڈھنگ سکھاتی ہے مگر غم و نقصان کے مواقع پر تعزیت کے اسلوب بھی بتاتی ہے۔ یہ اکابرین ملت کے کارناموں کا تذکرہ زندہ رکھنے کی تعلیم دیتی ہے اور عبرت کے نشانات کو واضح کرتی ہے۔ فقہ جعفری وہ فقہ ہے جس کے تمام احکامات کو علوم جدیدہ کی تائید حاصل ہو رہی ہے اور اس کا کوئی بھی حکم حکمت کے خلاف ثابت نہیں کیا جا سکتا ہے

ماشاء اللہ! فقہ جعفری کا نفاذ اس بات کی ضمانت ہے کہ ظلم و جور سے بھرپور دنیا عدل و انصاف سے بھر جائے۔ مسلمانوں کے مقدر کا کھویا ہوا سورج پلٹ آئے۔ کھویا ہوا وقار لوٹ آئے۔ علم قدم چومے۔ شرافت، صداقت، عدالت شجاعت اور فراست پر مبنی معاشرہ پوری دنیا میں تشکیل پائے۔ ہر فرد سکون کی نیند سوئے۔ خوف مٹ جائے۔ حق چھا جائے۔ باطل بھاگ جائے۔

ان الباطل کان زھوقا

والحمد للہ رب العالمین

حضرت عیسیٰؑ امام مہدیؓ کے پیچھے نماز پڑھیں گے

"ادارہ مرکزیہ دعوت و ارشاد کے سربراہ، عقیدہ ختم نبوت کے علامہ منظور احمد چنیوٹی نے اپنے پروگرام کے آخری روز نزول عیسیٰ علیہ السلام کے موضوع پر جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن (کراچی) میں پروفیسروں، وکلاء، کالجوں اور مدارس عربیہ کے طلباء کو لیکچر دیتے ہوئے کہا کہ سیدنا عیسیٰ زندہ آسمانوں پر اٹھا لیے گئے ہیں اور قیامت سے قبل دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے۔ یہ امت کا اجماعی عقیدہ ہے اس کا منکر کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ قرآن کریم میں عیسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ بڑی تفصیل سے آیا ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہود و نصاریٰ کے جس قدر غلط نظریات ہیں ان کی کھلے لفظوں میں تردید کی گئی ہے یہود اس بات کے مدعی تھے کہ ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دے کر قتل کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے غلط دعویٰ کی تردید کرتے ہوئے صاف الفاظ میں فرما دیا۔ یہودیوں نے نہ تو عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا ہے اور نہ ہی ان کو سولی دی ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے انہیں آسمانوں پر اٹھا لیا اور وہ قیامت سے قبل تشریف لائیں گے اور اس وقت موجود اہل کتاب ان پر ایمان لائیں گے۔ مولانا منظور احمد چنیوٹی نے اپنے لیکچر کو جاری رکھتے ہوئے کہا حضور اکرمؐ کا ارشاد ہے آپؐ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے عیسیٰ ابن مریم

ضرور بہ ضرور نازل ہوں گے۔ دمشق کی جامع مسجد کے مشرقی مینار پر زرد لباس پہنے دو فرشتوں کے ذریعے نازل ہوں گے۔ امام مہدی جو اس وقت وہاں موجود ہوں گے انہیں امامت کی پیشکش کریں گے لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام امت محمدیہؐ کا اعزاز و اکرام ظاہر کرنے کیلئے امام مہدی کو آگے بڑھائیں گے اور خود ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے بعد از نزول پینتالیس سال اس دنیا میں زندہ رہیں گے۔ اسلام کی دعوت دیں گے۔ خود شریعت محمدیہؐ پر عمل پیرا ہوں گے اور اسی کے مطابق فیصلے کریں گے۔ امام مہدی کے ساتھ مل کر یہودیوں سے جنگ کریں گے یہودیوں کا سرغنہ دجال ان کے ہاتھوں مارا جائیگا۔ یہودی سب قتل ہو جائیں گے۔ ان کا نام و نشان مٹ جائے گا۔ عیسیٰ علیہ السلام نازل ہونے کے بعد شادی کریں گے ان کی اولاد ہوگی حج کریں گے اور جب وفات پائیں گے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں روضہ مبارک میں دفن ہوں گے۔ آج جو شخص یہ کہتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اور کشمیر میں مدفون ہیں وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اور جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ میں مسیح ابن مریم یا مہدی ہوں وہ اپنے اس دعوے میں جھوٹا ہے۔ مہدی کے متعلق جو تفصیلات احادیث میں آئی ہیں اس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ مہدی اور عیسیٰ علیہ السلام دو علیحدہ شخصیتیں ہیں۔ یہ ایک شخصیت کے دو نام نہیں ہیں۔ سفیر ختم نبوت مولانا منظور احمد چنیوٹی نے لیکچر دیتے ہوئے کہا کہ حضور اکرمؐ نے امام مہدی کے متعلق ارشاد فرمایا اس کا نام محمد ہوگا باپ کا نام عبد اللہ ہوگا۔ سیدہ فاطمۃ الزہراؓ کی اولاد سے ہوگا۔ خانہ کعبہ کے سامنے مقام ابراہیم کے پاس بیٹھا ہوگا۔ لوگ زبردستی اس کی بیعت کریں گے۔ سات سال دنیا میں حکمرانی کریں گے۔ زمین کو عدل

و انصاف سے بھر دیں گے۔ ظلم اور ناانصافی کو ختم کر دیا گے۔ اس کے زمانے میں نہایت امن ہوگا۔ جنگ و جدال اور لڑائیاں ختم ہو جائیں گی بھلا جو شخص ساری عمر انگریز کی غلامی میں رہا ہو بلکہ اس کی خوشامد کرتا رہا ہو جسے ایک دن کا اقتدار بھی حاصل نہ ہوا ہو۔ جسکے زمانے میں اور اس کے بعد بھی ہر لڑائی اپنے اوج کمال پہ پہنچ رہی ہو دنیا سے امن مفقود ہو گیا ہو وہ بھلا مہدی اور مسیح کیسے ہو سکتا ہے!

یہ اقتباس دراصل روزنامہ جنگ کراچی جمعہ ۱۱ رمضان المبارک ۱۳۸۵ھ مطابق ۲۵ جولائی ۱۹۸۵ء جلد نمبر ۴۴ شمارہ نمبر ۲۰۲ صفحہ نمبر ۳ زیر سرخی "حضرت عیسیٰ کی دنیا میں دوبارہ آمد کا منکر دائرہ اسلام سے خارج ہے" سے روایت نقل میں نقل کیا گیا ہے۔